منتخب اردو تفسیری ادب میں خواتین کے عائلی حقوق کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Women's Family Rights in Selected Urdu Commentary Literature

Muhammad shoaib
Teaching Assistant (Islamic Studies) University Community College, Govt. Collage University, Faisalabad
Email: Shoaibgcuf202@gmail.com
Zarin Akhtar
M.phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha
Email: drmudassar@lgu.edu.pk
Abida shaheen
M.phil Scholar, Department of Urdu, UOL (Sargodha Campus) Sargodha
Email: Muhammadiqbal5736@gmail.com

ABSTRACT

Quran is the word of God. Allah has given humanity a unique excellence among His numerous creations. Allah's religion Islam has brought the message of honor, dignity and protection of rights to humanity. Before Islam, every weak section of the society was under the influence of the powerful section. The plight of women and slaves was the most vulnerable. Arabs and Gentiles have broken the mountains of oppression against women in every nation where the Arabs used to start preparing for the burial of women as soon as they were born in India; their widows were also burned along with the husband's pyre. Then the sun of Islam rose, which did a great favor to the woman and raised her from the pits of lowness, educating women about their rights. There is no specific chapter in the name of women in any religious book of the world but the Holy Quran is the only divine book that has a complete "Surah al-Nisa" about women. In this article, the family rights of women have been analyzed in the light of various Urdu commentary literature, which are related to everyday matters, including the right to marry, the right to Hāq mēhr, Nāno nāfqāh (child support) and divorce.

Keywords: Urdu Commentary Literature , Women's Family Rights, right to marry, right to Hāq mēhr, Nāno nāfqāh, Divorce

تمام انسانی رشتے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آجاتے ہیں۔ جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ وغیرہ۔ مگر رشتہ زوج وہ واحد رشتہ ہے جو انسان خود قائم کرتا ہے۔ انسان کی عائلی زندگی کی ابتداء ایک مرد اور

ایک عورت کے رشتہ ازواج میں منسلک ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ شوہر اور بیوی عائلی زندگی کے اہم فریق ہیں۔ ”عیال“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس سے مراد وہ افراد جن کے اخراجات کی ذمہ داری کسی فرد پر ہو۔ قرآن مجید میں یہ لفظ سورۃ التوبۃ میں اس طرح آیا ہے:

”وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ“(۱)

(اگر ان کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا پر بھروسہ رکھو وہ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔)

جامع اللغات میں ہے ”عیال (ع مذکر) بال، بچے، زن و فرزند، عدل، بیوی بچوں کو پالنا، عمل، اطفال، خاندان، عیال دار، کنبے والا، بیوی بچوں والا، عیال داری (مونث) بال بچے ہونا یا بال بچے والا ہونا، عیال دار ہونا، عیال داری میں پھنسنا، دنیا داری کے جھگڑوں میں پڑنا۔“(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مرقوم ہے: ”عائلہ خاندان، مورہ عول یا عیل سے ہے۔“(۳) ڈاکٹر خالد علوی کے نزدیک لفظ (Family) بنیادی طور پر ایک گروپ کو ظاہر کرتا ہے جو کہ والدین، بچوں اور نوکروں پر مشتمل ہوتا ہے، خاندان ایک تنظیم ہے اور اس میں تمام تر معاشی زندگی موجود ہے۔(۴) اصطلاحی مفہوم کی رو سے افراد کا ایسا گروہ جو شادی، یا خون کے تعلق یا ادارتی تنظیم سے وجود میں آتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے سماجی مرتبے کے اعتبار سے دوسرے سے مربوط ہوتا ہے اور یہ سماجی مرتبہ شوہر، بیوی، ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، بھائی اور بہن کا ہوتا ہے۔ مولانا مودودی عائلی زندگی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”عائلی زندگی کا نظام مرد اور عورت کے پائیدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے۔ اور اسی تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کر دیتی ہے اور انتشار کے میلانات کو دبا کر انہیں تمدن کا خادم بناتی ہے۔ اس نظام کے دائرے میں محبت، امن و ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔“(۵)

دین اسلام میں عبادات کے بعد سب سے اہم شعبہ عائلی قوانین کا ہے۔ مسلمانوں کے عائلی قوانین (Family Law) دین کا اہم جزو ہیں اور یہ قوانین قرآن و سنت اور فقہ اسلامی سے ماخوذ ہیں۔ معاشرہ میں مرد اور عورت کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لیے جو قانون اسلام میں پایا جاتا ہے اس کے متعلق خود اسلام وضاحت فرماتا ہے کہ اس قانون کی بنیاد کن اصول و حکمت پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ“(٦)

(اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے۔)

مولانا مودودی اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ "خالق کائنات نے طبقاتی لحاظ سے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا اور اس ترکیب سے ساری مخلوقات کا کارخانہ چلتا ہے۔"(۷) یعنی انسانی مخلوق میں شوہر اور بیوی ایک جوڑا ہے جس میں دونوں عزت و تکریم کے لحاظ سے برابر ہیں۔ تربیت اور غایئت میں بھی برابر ہیں یہ وہ اصول ہیں جو عائلی زندگی کے ابتدائی مفہوم سے آگاہی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی بیان کرتے ہیں کہ قرآن کی کل آیات احکامات تقریباً ۲۵۰۔۳۰۰ کے قریب قریب ہیں۔ ان میں سے کم و بیش ایک تہائی صرف شخصی اور عائلی خواتین کے متعلق ہیں۔ اسلامی نظام معاشرت میں خاندان کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ خاندان اور نسل کا تحفظ اسلام کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد قرار دیا جاتا ہے۔ فقہ الاسرۃ یا عائلی قوانین کے ذیل میں نکاح، طلاق، وراثت، وصیت نامہ وغیرہ کے ابواب سے بحث ہوتی ہیں۔(۸) ازدواجی زندگی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جھوٹ بول کر صلح کروانے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے حدیث نبویہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان اصلاح کرائے اور ہر بات بہتری کی نیت سے کرے۔(۹)

نکاح

معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ اسلامی معاشرے میں خاندان زوجین کے باہمی پاکیزہ تعلق یعنی نکاح سے جڑا ہوا ہے۔ نکاح کے ساتھ انسان اپنی ازدواجی زندگی کی شروعات کرتا ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ اس کی آئندہ نسلوں تک منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے معاشرہ کو نما اور حیات مہیا کرنے کی غرض سے شریعت اسلامی نے مرد اور عورت کے تعلقات کو پاکیزہ، خاص انداز اور اسلوب کے تحت مربوط کر دیا ہے۔ جسے اصطلاحاً نکاح کہتے ہیں۔ لغوی مفہوم میں نکاح سے مراد اشیاء کو یکجا کرنا یا ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ ایک شے کے دوسری میں پیوست ہونے یا جذب ہو جانے پر نکاح کا لفظ بولا جاتا ہے۔(۱۰) مولانا راغب اصفہانی مفردات القرآن میں بیان کرتے ہیں:

> "بارش کا پانی زمین میں جذب ہو جائے تو عرب کہتے ہیں، نکح المطر الارض" اسی طرح جب ایک جھنڈ (درخت کا) دوسرے جھنڈ میں پیوست ہو جائے تو ایسی صورت کو "تناکحت الاشجار" کہا جاتا ہے۔ یعنی درخت باہم ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں نکاح سے مراد مباشرت لیا جاتا ہے۔"(۱۱)

قرآن کریم میں نکاح کو "احصان" بھی کہا گیا ہے۔ جس کا معنی قلعہ تعمیر کرنا ہے۔ گویا نکاح ایک مضبوط حصار ہے جو مرد اور عورت کے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے:

"وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ"(۱۲)

(اور اس کے سوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ کہ آوارہ شہوت رانی کرنے لگو۔)

یعنی بغیر حصار کے مرد اور عورت کا تعلق غیر فطری ہے۔ یہ نہ صرف انسان کے اخلاق بلکہ تہذیب انسانی کے لیے بھی باعث فساد ہے۔ بعد از نکاح مرد عورت پر کچھ حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ کچھ حقوق ثابت شدہ ہوتے ہیں کہ نکاح کے بعد عورت مرد کی قلعہ بندی (امان) میں آکر اس کے گھر کی محافظ و نگہبان بن جاتی ہے۔ مرد ذریعہ معاش کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے اور بعض مقامات پر عورت بھی اس کی معاونت کرتی ہے۔ عورت کی کمائی پر شوہر کا حق نہیں ہوتا جبکہ شوہر کی کمائی پر عورت کا حق ہوتا ہے اس بات کو ڈاکٹر لی بان گستاوئی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کس طرح مزاجاً مسلمان عورت کے حقوق مغرب کی عورت سے زیادہ ہیں۔ ”منکوحہ عورت کے قانونی حقوق جو از روئے احکام قرآنی اور کتب فقہ مقرر کیے ہوئے ہیں۔ یہ حقوق مدارج کے لحاظ سے یورپ کی عورت سے زیادہ ہیں۔ مسلمان عورت کو نہ صرف مہر ملتا ہے بلکہ اسے اپنی ذاتی املاک پر پورا قبضہ حاصل ہوتا ہے اور اسے کبھی اخراجات شادی میں حصہ نہیں دینا پڑتا۔ جس وقت اسے طلاق دی جائے تو اسے نان نفقہ بھی ملتا ہے اور بیوگی کی صورت میں ایک سال تک شوہر کے مال سے نفقہ اور وراثت میں ایک مخصوص حصہ دیا جاتا ہے۔“(۱۳)

عورت کی تخلیق اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کی پسلی سے فرمائی یعنی قدرت نے خوبصورت جذبوں کی آسودگی کے لیے خود اسی کی نوع سے ایک صنف (حواؑ کی صورت میں) تخلیق کی۔ تاکہ بقائے نوع انسانی کا سامان رہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ارشادِ ربانی ہے:

”جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۱ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ“(۱۴)

(اس نے تم میں سے تمہارے ہی جوڑے پیدا کیے اور جانوروں میں بھی جوڑے پیدا کیے اس طرح وہ تمہیں پھیلاتا ہے۔)

”وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ“(۱۵)

(اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم سمجھ سکو)

”سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ“(۱۶)

(پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔)

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں اس بات کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے کہ کائنات کا ہر نقش دوسرے نقش کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کا بنایا ہوا قانون زوجیت اپنی وسعت کے لحاظ سے ہر شئے پر حاوی ہے۔ ان دونوں اصناف کے پیدا کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپس میں احساس الفت محبت کا رشتہ نمو پائے کیونکہ ہر جوڑا ایک دوسرے کا جز ہے۔ اس بات کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

”هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ“(۱۷)

(وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو)

زوجین کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے اس آیت مبارکہ میں سوچنے سمجھنے کا باہم پہلو سامان کر دیا گیا ہے۔ مولانا آزادؒ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ”تمہارا اور تمہاری بیوی کا چولی دامن کا ساتھ ہے (یعنی ان کی زندگی تم سے وابستہ ہے اور تمہاری ان سے)۔“ (۱۸)مفسر تفسیر ضیا القرآن تحریر فرماتے ہیں کہ: ” جیسے عورت کا لباس مرد ہے بعین صورت مرد کا لباس بھی عورت ہے۔ اس لحاظ سے دونوں کے حقوق وفرائض بھی مساوی ہیں۔ لباس وہ پردہ ہے جو ہر عیب کو چھپا کر زینت کو نکھارتا ہے مزید فرماتے ہیں کہ اسلام پر اعتراض کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کی پامالی کی گئی ہے مگر جیسے ہی ہم آیت کے اس حصہ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ملت اسلامیہ کی بیٹیوں سے شرم وحیا کا نقاب نوچنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اس کی عصمت وپاکیزگی کی حفاظت پر زور دیا ہے۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے اور اس کے استقلال کی یہی علامت ہے کہ وہ ہر حال میں اس کا پابند رہے۔“(۱۹)مولانا مودودی تفہیم القرآن میں رقم طراز ہیں ”کہ جس طرح لباس اور جسم کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہ سکتا، بلکہ دونوں کا باہمی تعلق واتصال بالکل غیر منفک ہوتا ہے، اسی طرح تمہارا اور تمہاری بیویوں کا تعلق ہے۔“(۲۰)صاحب تفسیر تذکیر القرآن مولانا وحید الدین خان نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں کچھ بیان نہیں کیا البتہ اپنی کتاب ”خاتون اسلام“ میں اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کہ لباس اور جسم کے درمیان جو مادی تعلق ہوتا ہے وہی تعلق زیادہ گہرے نفسیاتی معنی میں مرد اور عورت کے درمیان پایا جاتا ہے اور دونوں آخری حد تک ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کا پردہ ہونے کے ساتھ ساتھ باعث تقویت بھی ہیں۔“(۲۱)”البیان“ میں جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں کہ بیوی کے تعلق کو بیان کرنے کے لیے لباس کا یہ استعارہ نہایت بلیغ ہے۔ انہوں نے لباس کے تین پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے:

۱۔ پردہ ۲۔ حفاظت ۳۔ ذہنیت

مرد اور عورت ان تینوں پہلوؤں سے ایک دوسرے کی لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شیطانی حملوں سے ایک دوسرے کی حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ باہمی ربط سے وہ تمام رونقیں عطا کرتے ہیں۔ جن کا دنیاوی تہذیب وتمدن سے تعلق ہے۔(۲۲)

عقد ثانی کا حق

قبل از اسلام عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور ان کو نکاح ثانی کا حق نہ تھا اور وراثت کی طرح منتقل ہوتی تھی۔ شریعت مطہرہ نے نکاح کے اصول وضوابط مقرر کر کے ان کو نکاح کا اختیار دیا۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ١ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ١ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ“(۲۳)

(اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت کو آن پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔)

سورۃ البقرہ میں ہی مزید ارشاد فرمایا گیا ہے:

”وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ“(۲۴)

(جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو یا تو شریعت کے مطابق ان کو روک لو یعنی اپنے پھر سے اپنی زوجیت میں لے لو یا قانون شریعت کے مطابق انہیں رخصت کر دو۔)

سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۲ اور ۲۳۴ میں دونوں مقامات پر عورتوں کی بابت بیان ہوا ہے کہ اگر انہیں طلاق ہو گئی ہے یا وہ اپنی عدت پوری کر چکی ہیں تو وہ اگر نکاح ثانی کرنا چاہیں تو انہیں روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ مولا آزاد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ”طلاق ہو گئی اور عدت کا زمانہ بھی گزر گیا پھر عورت کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اپنی پسند سے کر سکتی ہے عورت کی پسند کے خلاف اس سے زور زبردستی نہیں کرنی چاہیے اور نا ہی اظہار ناراضگی کرنا چاہیے۔“(۲۵) مولانا مزید وضاحت کرتے ہیں کہ: ”چونکہ اس میں مردوں کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ تھا اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس پر زور دیا گیا اور فرمایا: اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اس حکم کی نافرمانی سے بچو۔“(۲۶)

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر عورت اس کے بعد دوسرا نکاح کرنا چاہے تو روکنا نہیں چاہیے۔(۲۷) تفسیر ضیا القرآن میں ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مطلقہ اور بیوہ جب دونوں اپنی عدت پوری کر لیں پھر عورت اگر نکاح کرنا چاہے تو عورت کے

ولی اسے منع نہ کریں۔ مگر عورت دوران عدت میں نکاح نہیں کر سکتی اور نہ ہی صراحتہً نکاح کا تذکرہ کرے اگر مرد یا عورت کے دل میں ارادہ نکاح ہے بھی تو تیسرے سے تذکرہ نہ کرے یعنی زبان پر نہ لائے دل میں ہی رکھے۔ (۲۸)

اسی طرح تفہیم القرآن میں مولانا مودودی وضاحت کرتے ہیں کہ اگر خواتین کا زمانہ عدت ہے تو نکاح سے رک جائیں اور خود کو آرائش، زینت سے بھی روکیں اگر کہیں نکاح کی نیت ہے تو سابقہ شوہر کو ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے جو اس عورت کے نکاح میں رکاوٹ بنے۔ (۲۹)تذکیر القرآن میں مولانا لکھتے ہیں”طلاق کے بعد عورتیں بہت سے مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں کبھی پہلے شوہر سے نکاح کا معاملہ کبھی وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو چاہیے یہ کہ ان مواقع پر عورت کے لیے مشکلات نہ پیدا کریں بلکہ باہمی افہام و تفہیم سے معاملات کو درستگی کی جانب استوار کرو۔“(۳۰)”تفسیر البیان“میں مولانا جاوید احمد غامدی تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از طلاق عورت کے کسی بھی فیصلے میں عورت کے لیے رکاوٹیں ڈالنا پہلے شوہر کے لیے جائز نہیں یہ عورت کا حق ہے کہ طلاق کے بعد وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ (۳۱)

اور بیوہ عورت بھی عدت گزر جانے کے بعد آزاد ہے اور اپنے معاملہ میں جو فیصلہ مناسب سمجھتی ہے وہ اٹھا سکتی ہے۔ البتہ معاشرے کے دستور کی پابندی کرے تاکہ شہرت اور اچھی روایت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ رہے۔ (۳۲)امین احسن اصلاحی کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی رسوم کو شریعت کا درجہ دے کر خوامخواہ ایک دوسرے کو مورد طعن والزام نہیں بنانا چاہیے۔ نہ شوہر کے وارثوں اور عورت کے اولیا کو یہ طعنہ دینا چاہیے کہ عورت اپنے شوہر کا پورا سوگ بھی نہ منا سکے اور وہ ان سے تنگ آجائے اور نہ عورت کو یہ طعنہ دینا چاہیے کہ ابھی شوہر کا کفن بھی میلا نہ ہو پایا تھا کہ شادی رچانے اٹھ کھڑی ہوئی۔ خدا نے جو حدود مقرر کر دی ہیں بس انہیں کی پابندی کرنی چاہیے اور اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ بندوں کے ہر عمل سے باخبر ہے۔“(۳۳)آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ بیوہ یا مطلق عدت کو (بعد از عدت) نکاح ثانی کا مکمل حق حاصل ہے اس میں عورت کا سابقہ شوہر کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کر سکتا ہے اور عورت شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے اس حق کا استعمال کر سکتی ہے۔ اسلام نے نکاح کے معاملہ میں عورت کے ولی اور سرپرست کو اہمیت ضروری دی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ کہا ہے کہ نکاح اس کی اجازت سے ہو گا اگر بیوہ یا مطلقہ ہے تو واضح اظہار خیال کرے گی اور اگر باکرہ ہے تو اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تنکح الایم حتیٰ تُسا مَرَ وَلا تنکح البکر حتی تستازن قالوا یارسول االله! کیف اذ نُھا؟ صَما تُھَا وفی اللفظ الثالِثَ والبکرُ یستاذ نُھا اُبُومَا واِذ نُھا سکوتُھَا“(۳۴)

(بیوہ کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کیا جائے گا اور کنواری کا بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کیا جائے گا۔ کنواری کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا باپ اجازت طلب کرے گا اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”یتیم لڑکی سے بھی اس کا نکاح کرتے ہوئے اجازت طلب کی جائے گی پس اگر وہ خاموشی اختیار کرے تو اس کی اجازت شمار کی جائے گی اور اگر وہ انکار کر دے تو اس کے نکاح کا کوئی جواز نہیں۔“(۳۵)

سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں ”کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے شادی کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ جاؤ دیکھ لو اس لیے کہ اس سے مزید محبت اور اتفاق کا امکان ہے۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا اور شادی کی اور کہہ رہے تھے کہ اُس میں محبت اور اتفاق ہے۔“(۳۶) دور نبوی اور دور خلفاء راشدین میں خواتین کا عقد ثانی عام سی بات تھی اور خواتین کے ایک سے زائد نکاح کا مقصد یہ ہے کہ وہ ایک عفت و عظمت والی زندگی گزاریں جو کہ عقد کے بغیر ناممکن ہے۔ اسلام میں رشتوں کی اصل بنیاد دین اور اعلیٰ اخلاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روشن زندگی کی مثال ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ انھوں نے اپنی ازدواجی زندگی کے سفر کا آغاز ایک بیوہ خاتون سے نکاح کر کے کیا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف بیواؤں سے بلکہ مطلقہ عورتوں سے بھی عقد فرمائے اور اپنی امت کو بھی اس بات کی ترغیب دلائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں پہلے بیوہ عورت کا تذکرہ کیا ہے پھر کنواریوں کا۔ ارشادِ ربانی ہے:

”عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا“(۳۷)

(اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں تو بہت ممکن ہے کہ ان کا رب تمہارے بدلے میں انھیں تم سے بہتر بیویاں فراہم کر دے اسلام سے سرشار زیور تعلیم سے آراستہ، اطاعت گزار، توبہ شعار، عبادت کی خوگر، زہد و قناعت کی پیکر، شوہر آشنا اور کنواری۔)

بیوہ یا طلاق یافتہ ہونا عیب نہیں اور نہ ہی اسلام اسے عیب سمجھنے کی اجازت دیتا ہے۔ عقد ثانی عورت کا حق ہے اس حق کو عیب سمجھنے والوں کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ نکاح سنت انبیاء ہے اور اللہ کے رسولوں کی سنت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

حق مہر

مہر سے مراد وہ مال جو مرد نکاح کے بعد یا بوقت نکاح عورت کو ادا کرتا ہے۔ مہر کی ادائیگی نکاح، صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔ مہر کی ادائیگی نہ کرنا قرآن وسنت کے منافی ہے۔ لفظ ''مہر'' یا ''حق مہر'' عربی سے مستعار ہے اور یہ لفظ ''ماہر'' ، ''مہارت'' کی بنیاد بھی ہے۔ انہیں سے لفظ ''مہر'' وجود میں آتا ہے۔ عربی میں یہ کلمہ باب فتح اور نصر دونوں سے آتا ہے۔ **مَهَر، يَمْهَرُ، يَمْهُرُ، مَهرا، مُهُوْرًا ، مَهَارًا**۔(۳۸) اختیار اور مکمل دسترس اور حالات پر مکمل قابو پالینے کی مہارت اس کلمہ کے بنیادی معنی کے اندر موجود ہے، فارسی لفظ ''مُہار'' کی اصل بھی یہی ہے۔ لفظ مُہار اردو میں بھی مستعمل ہے۔ مہر کی لغت میں کچھ اس طرح تعریف کی گئی ہے:

''مهرالمراة اعطاها واجعل لها مهراً الصداق وهو مايحعل للمراة من المال تنتفع به شرعاً وتففقه معجلاً ادموجلاً''(۳۹)

(یعنی مہر یا صداق وہ مال ہے جو عورت سے شرعی فائدہ اٹھانے پر دیا جائے جو حصیری یا تاخیر سے ادا کیا جائے۔)

علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

''صداق رضى جمع صدقة وهومهرا المراة ومنه قوله تعلىٰ انوالنساء صدقا تهن تخلة و فى راوية لاتغا لوافى صدق النساء''(۴۰)

ابن قدامہ نے مہر کے نو نام بیان کیے ہیں:

''الصداق، والصدقة والمهر، والدخلة، والفريجة والاجر، والعلاتق، والعقر، والحياء''(۴۱)

جامع اللغات میں اس لفظ کا مفہوم یوں ہے ''مُہار، (ف، مونث) اونٹ کی نکیل، ایک رس جس کے سرے پر ایک لکڑی بندھی ہوئی ہے۔ اسے اونٹ کی ناک میں ڈال دیتے ہیں اونٹ اس کے اشارے پر چلتا ہے۔''(۴۲) علامہ علاؤ الدین در مختار میں مہر کے درج ذیل عربی مترادفات لکھتے ہیں:

''ومن اسمائِهِ الصداق والصدقهُ والذمله والعطيةُ والعُقر''(۴۳)

(مہر کے دیگر ناموں میں، الصداق، والذملہ والعطینہ والعقر بھی شامل ہیں۔)

لفظ ''مہر'' قرآن حکیم میں کہیں وارد نہیں ہوا ہے البتہ قرآن میں لفظ نحلۃ،(۴۴) **فريضة**،(۴۵) **الصدقه**،(۴۶) **اجرر**،(۴۷) **طولاً** (۴۸)**اور نكاحا**(۴۹) بیان ہوئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں **المهر**(۵۰)، **الصليقة**(۵۱)، **العقر**(۵۲) اور **الصدقة**(۵۳) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ احادیث میں یہ الفاظ مفرد اور جمع دونوں مستعمل ہیں۔ مگر عوام الناس میں مشہور معروف لفظ ''مہر'' ہی ہے۔ اگر ''مہر'' کے متبادلات الفاظ کو سامنے رکھا جائے تو واضح یہ بات سامنے آتی ہے کہ مہر شادی کا وہ حسین تحفہ ہے جو شوہر اپنی شریک حیات کو خوش دلی سے

پیش کرتا ہے یہ ازدواجی مودت کا باعث بھی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وجعل بینکم مودہ رحمتہ (۵۴)کی خوشخبری دی ہے۔

مہر قرآن میں

سورۃ النساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازدواجی زندگی کے بارے میں بیان فرمایا اور اس کی تکمیل کا ذریعہ نکاح کو قرار دیا ہے۔ نکاح کے بعد کا مرحلہ عورت کو ملنے والے مالی فائدہ کے بارے میں کیا قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

”وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا“(۵۵)

(یعنی عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو اب اگر وہ اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو اسے کھاؤ وہ تمہارے لیے خوش گوار اور بے ضرر ہے۔)

سورۃ النساء میں مزید دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ “(٥٦)

(لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کرو۔)

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:”وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً “(۵۷)

(اور تحقیق تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو۔)

سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا“(۵۸)

(ہمیں معلوم ہے کہ جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر اور ان کی بیویوں اور لونڈیوں پر مقرر کیا ہے تاکہ آپ ﷺ پر کوئی دقت نہ رہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔)

شرعی نکاح سے مہر لازم ٹھہرا ہے کیونکہ بالصراحت لفظ فرضیت، وارد ہوا ہے۔ چنانچہ مہر کے بغیر نکاح ہوا تو بالاتفاق اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہو گا۔ عقد نکاح کا بدل مرد کی طرف سے فراہم کرنا ایک قدیم تاریخی روایت ہے قرآن حکیم میں اس کا بیان کچھ اس طرح سے ہے کہ جس میں ”بدل نکاح“ کا تذکرہ ہے۔

”قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ۚ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ“(۵۹)

(موسی کے ہونے والے سسر نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کا نکاح تم سے کر دوں اس بنیاد پر کہ تم آٹھ سال تک میری خدمت پر مامور رہو، تو اگر تم دس سال پورے کر لیتے ہو تو تمہاری طرف سے اضافی احسان ہو گا اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے لیے کوئی دشواری کھڑی کروں انشاء اللہ تم میرے معاملات سدھرے نکھرے ہوئے ہی پاؤ گے۔ موسی نے کہا: یہ معاملہ ہمارے درمیان طے ہو گیا ہے، اب دونوں میں سے جس مدت کی تکمیل کو بھی میں نے اختیار کر لیا تو مجھ پر ہر طرح کا دباؤ باطل اور بے کار عمل ہو گا اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سب اللہ ہی کے سپرد ہے۔)

مالی حیثیت کے اعتبار سے مرد اور عورت کم یا زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور اکثر یا کئی مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ عورت مرد کے مقابلہ میں زیادہ مالدار ہے مگر باوجود مالدار ہونے کے مہر کی ادائیگی مرد کے ذمہ لازم ہے۔ لزوم مہر کا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی عورت خود کو ہبہ کرنا چاہے تو مومن کو بلا مہر ان سے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی ہے البہ عورت کی مرضی اور اختیار پر منحصر ہے کہ وہ اسے آدھا چھوڑے یا پورا۔ حق مہر کی زیادہ مقدار کو کسی صورت میں بھی مقرر نہیں کیا جا سکتا ماسوائے کہ طرفین کم یا زیادہ پر راضی ہو جائیں۔ امام باقرؒ کا قول ہے:

”الصداق ماترا فیبا علیه قل او کثر“(٦٠)

(یعنی مہر وہ جس پر مرد اور عورت دونوں راضی ہو جائیں۔)

مہر ازواج رسول ﷺ

عورت کے حق مہر کی اہمیت کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا کوئی نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے:

”یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا“(٦١)

(اے نبی ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیویاں حلال کر دیں جن کے آپ مہر ادا کر چکے ہیں اور وہ عورتوں جو آپ کی مملوکہ ہیں جو اللہ نے آپ کو غنیمت میں دلوا دی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور اُس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہے، یہ خالص آپ کے لیے ہے نہ کہ اور مسلمانوں کے لیے ہمیں

معلوم ہے جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی دِقت نہ رہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی ازواج کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن اس آیت مبارکہ کی رو سے آپ ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے لیکن باوجود اس کے آپ ﷺ تمام بیویوں سے عادلانہ سلوک فرماتے تھے۔ مہر کی رخصت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ہر بیوی کا مہر ادا کیا۔ یہ اجازت صرف حضور ﷺ کو ہے اور کسی کو نہیں۔ امام کاسانیؒ یہاں اجر سے مراد مہر لیتے ہیں۔ (۶۲) نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے عقد بعثت سے قبل فرمایا تھا۔ عبد الباقی زرقانی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو بارہ اوقیہ سونا بطور مہر ادا کیا تھا۔ (۶۳) (یعنی ۱۲۶ تولہ سونا آج کل کے اوزان کے مطابق اگر اس وزن کو گرام میں تبدیل کیا جائے تو اس کا وزن (1469.16) گرام بنتا ہے۔) ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ کا مہر چار سو درہم تھا۔ (۶۴)

"اعن ابی سلمه بن عبدالرحمان انه قال سئلت عائشه رضی االله عنہا زوج النبیﷺ کم کان صدیق رسول االلهﷺ قالت کان صداقة لا زواجه النتی غسرة اوقیه ونشاً قالت اتدری ماالنس؟ قال: فلت لاقالب نصف اوقیه فتلک خمس مائة درهم فها صداق رسول االله لازواجه" (۶۵)

(حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے ام کونین حضرت عائشہؓ سے پوچھا رسول ﷺ (کی ازواج مطہرات) کا مہر کیا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک دن پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا جانتے ہو نش کتنا ہوتا ہے۔ ابو سلمہؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نصف اوقیہ اور یہ سارا پانچ سو درہم بنتا ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر تھا۔)

حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے نکاح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد نبوت کے دسویں سال کیا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق حضرت سودہ کا مہر ۴۰۰ درہم چاندی تھا۔ "واصد فها اربع مائة درهم فی قول ابن اسحاق واخرج ابن سعد برجال تقات" (۶۶) حضرت ام سلمہؓ کا مہر ایک روایت کے مطابق چالیس درہم تھا۔ (۶۷) یعنی اگر دس درہم ہو تو اس کا وزن (۳۰.۶۲) گرام بنتا ہے اور اگر چالیس درہم ہوں تو اس کا وزن (۱۲۲.۴۸) بنتا ہے۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کا مہر مبارک چار سو درہم تھا۔ (۶۸) حضرت زینب بنت خزیمہؓ جن کا لقب ام المساکین ہے ان کا مہر چار سو درہم چاندی تھا یعنی (۱۲۲۴.۸) گرام۔ اور عیون میں ہے کہ ان کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ اور ایک اوقیہ ۴۰ درہم کے مساوی ہوتا ہے اور ایک درہم کا وزن (۳.۰۶۲ گرام) ہے۔ حضر زینب بنت جحشؓ حضر زیدؓ سے طلاق کے بعد نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں اور آپ کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا یعنی (۱۲۲۴.۸) گرام چاندی۔ (۶۹) حضرت جویریہؓ جنگ مرسیع کے موقع پر بنو مطلق سے لڑائی کی نتیجے میں قیدی

بن کر اور حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئی تھیں انہوں نے اپنے آقا سے بات کی میں آپ کو بدل کتابت یعنی اپنی قیمت ادا کر دیتی ہوں آپ مجھے آزاد کر دیں انہوں نے منظور کر لیا چنانچہ آپؓ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آئیں اور اس سلسلے میں مدد طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمام رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں تو حضرت جویریہؓ نے اس بات کو خوش دلی سے قبول کر لیا۔ حضرت جویریہؓ نے جو بدل کتابت طے کیا تھا نو اوقیہ سونا یعنی ساڑھے چورانوے تولہ سونا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے بطور مہر جو رقم ادا فرمائی وہ ساڑھے چورانوے تولہ سونا تھی۔ (۷۰) حضرت صفیہ بنت حییؓ خیبر کے یہودیوں سے لڑائی کے نتیجے میں قیدی بن کر آئی تھیں یہ ایک صحابی کے حصے میں آئیں تھیں حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرما لیا۔ آپ ﷺ نے مہر کی طور پر ان کی آزادی مقرر فرمائی تھی۔ طبرانی میں لکھا ہے:

”عن صفیه اعتقنی صلی االله علیه وسلم جعل عتقی صداقی، أواعتقها بلا عوض وتز وجها بلا مهر“(۷۱)

(حضرت صفیہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے آزاد کیا اور آزادی کو میرا مہر قرار دیا فرمایا کہ حضور ﷺ نے ان کو بلا عوض آزاد کیا اور بلا مہر نکاح فرمایا نہ فوری مہر تھا نہ بعد میں ادا کرنا تھا۔)

حضرت میمونہؓ بنت حارث سے حضور ﷺ کا نکاح عمرۃ القضاء کے وقت ہوا۔ محدثین کے مطابق ان کا نکاح اس طرح ہوا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے یوں کہا کہ میں اپنی جان آپ ﷺ کو بخشتی ہوں یعنی کہ میں بغیر مہر کے نکاح پر آمادہ ہوں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نکاح حضور ﷺ سے پانچ سو درہم کے عوض مقرر ہوا۔ قرآن کی آیت ”قد علمنا مافرضنا علیھم فی ازواجھم“ میں جو حضور ﷺ کی خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ بغیر مہر کے بھی نکاح کر سکتے ہیں وہ اسی موقع پر ہی نازل ہوئی تھی۔ (۷۲) حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح چار سو دینار سونا مہر کے عوض اور بعض روایات کے مطابق ۹۰۰ دینار سونا مقرر ہوا۔ یہ تمام رقم نجاشی نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے خود ادا کی تھی۔ (۷۳) ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رقم طراز ہیں:

”وتسن تسمية المهر فی العقد لانة لم بخل نکا حاعنه“(۷۴)

(گویا یہ بات سنت ہے کہ نکاح میں مہر ہو گا کیونکہ آپ ﷺ کا کوئی نکاح اس سے خالی نہ تھا۔)

موکدات مہر

موکدات مہر سے مراد وہ حالتیں ہیں جن سے گزر کر مہر عورت کا حق بن جاتا ہے۔

ا۔ نکاح کے بعد میاں بیوی مکمل مباشرت کریں تو وہ عورت مہر کی مکمل حق دار ہو گی۔

۲۔ دوسری حالت بعد از نکاح زوجین میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ موت سے قبل مباشرت ہوئی ہو پھر بھی عورت مکمل مہر کی حق دار اور وورثہ کی حقدار بن جاتی ہے۔ مہر ادا کیے بغیر ترکے کی تقسیم جائز نہیں۔

۳۔ تیسری حالت امام حنبلؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو (مباشرت چاہے نہ ہو) پھر بھی مکمل مہر کی حق دار عورت ہوتی ہے (خلوت صحیحہ سے مراد ایسی ملاقات کی جگہ جہاں دونوں میاں بیوی کچھ وقت الگ گزاریں اور جہاں پر کسی کی آمد و رفت نہ ہو)۔

مہر کا سقوط

ایسے حالات کا پیدا ہو جانا جن میں مہر پر عورت کا حق نہ رہے۔ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے، میاں بیوی دونوں مرتد ہو جائیں شوہر مسلمان اور بیوی غیر مسلم ہی رہے تو حق مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ نابالغ بچی یا مجنون کا نکاح اگر ولی نے کیا ہو تو بالغ ہونے یا صحیح الدماغ ہونے پر نکاح کی ذمہ داری سے انکار کر دے تو بھی مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ شادی کے بعد بغیر مباشرت کے اگر عورت کو طلاق ہو جائے تو عورت نصف مہر کی حقدار ہوتی ہے۔ عورت جب تک اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ یا سارا مہر معاف نہ کر دے وہ مرد کے ذمہ واجب الادا رہتا ہے۔(۷۵) یعنی نکاح کی حرمت محفوظ رہے اور نکاح کوئی مارکیٹ میں بکنے والا کھلونا بن جائے (جب چاہا خرید لیا جب چاہا بیچ دیا)۔ یہ اللہ کا مقرر کیا گیا ضابطہ ہے اور اس سے شوہر کا اپنی زوجہ سے عزت و تکریم کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب ”خاتون اسلام“ میں مہر کے بارے فقہہ کی آراء کو جمع کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ عبد الرحمٰن الجزیری کی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں مہر پر ۸۵ صفحات ہیں۔ مہر موجل یا معجل پر چار صفحات پر تفصیل بیان ہوئی ہے۔(۷۶) فقہا میں اگرچہ معاملات پر اختلافات ہیں مگر وہ تمام تر جزئی ہیں۔ حنیفہ کے نزدیک مہر کی تاخیر جائز ہے، مالکیہ کے نزدیک مہر معین ہو تو اس کا کل یا جز جائز ہے جبکہ شرط وقت غیر معین ہو۔۷۷) امام شافعی کے نزدیک جو بھی چیز قیمت رکھتی ہو وہ مہر بن سکتی ہے۔(۷۸) ظاہریہ اور علامہ ابن حزم کے نزدیک بھی ہر وہ شے مہر بن سکتی حتیٰ کہ ایک دانہ بھی مہر بن سکتا ہے۔۷۹) مندرجہ بالا فقہا کی مباحث سے یہ بات واضح ہے کہ مہر نکاح میں لازم ہے۔ یہاں تک کہ بغیر مہر کے نکاح منعقد ہی نہ ہو گا اور اگر مقرر نہ کیا گیا تو مہر مثل ہی مقرر مانا جائے گا۔ مہر کے سبب سے ہی نکاح اور زنا میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزماں تک وجوب مہر برقرار رہا اور تاقیامت برقرار رہے گا۔ مولانا مودودیؒ کے نزدیک مہر کا زیادہ لکھنا کہ ادا کرنے والے کی نیت ادائیگی نہ ہو یہ چیز کراہت کی حد سے گزر کر نکاح کے لیے موجب فساد ہو جاتی ہے۔(۸۰) موجودہ حالات کا تقاضا یہی

ہونا چاہیے کہ مہر کو بوقت نکاح ہی ادا کر دیا جائے اور ہر مسلمان اپنی ذاتی حیثیت کے مطابق مہر نکاح مقرر کرے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مہر کی کوئی پہلی اور آخری حد مقرر نہیں کی ہے۔

حق خلع

فریقین شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ ہے طلاق جو کہ مرد کی طرف سے ہوتا ہے دوسرا طریقہ خلع کا ہے جو عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ طلاق اور خلع میں اساسی فرق پایا جاتا ہے۔ مرد کے چند مخصوص الفاظ کے ساتھ ہی طلاق کی ادائیگی واقع ہو جاتی ہے۔ جب کہ خلع محض عورت کے کہنے یا مطالبہ کرنے سے واقع نہیں ہوتا بلکہ اس کا طریقہ کار الگ ہے۔ لغوی اصطلاح میں خلع کو یوں لکھا گیا ہے "لغوی اعتبار سے خلع کے معنی کسی شے کو دوسری شے سے الگ کرنے کے ہیں۔ جیسا کہ دو اشیاء کا آپس میں باہم مل جانا اور ایک دوسرے میں جذب ہو جانا پر نکاح کا لفظ بولا جاتا ہے۔ خلع نکاح کی ضد ہے یہ لفظ جدائی اور تفریق کا مفہوم ادا کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔"(٨١)

علامہ علاؤالدین الحکفی لکھتے ہیں:

"الخلع (هُوَ) الغه الازالة: واستعجل فى إزالة الزوجية رقم وفى غيره بالفتح وشرعا كمافى البحر۔ (اذالة ملك النكاح)"(٨٢)

(خلع سے ازروئے لغت مراد ہے دور اور زائل کرنا یہ کلمہ زوجیت کے ازالہ کے لیے ہے۔ خ کی پیش کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر چیزوں کے ازالہ کے لیے خ پر زبر کے ساتھ مروج ہے اور ازروئے شرع جیسا کہ البحر الرائق میں لکھا ہے "ملک نکاح" کو خلع کہتے ہیں)

خلع کی شروعیت کا جواز قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ١ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ١ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ١ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ"(٨٣)

(تمہارے لیے حلال نہیں کہ جو کچھ تم بیویوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ الا یہ کہ میاں بیوی کو یہ خوف ہو کہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ایسی صورت میں کہ جب تم کو خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد نکاح سے آزاد ہو جائے۔)

اس آیت مبارکہ سے خلع کی دو صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اولاً یہ کہ خود میاں بیوی میں سے کسی کو یہ خوف دامن گیر ہو جائے کہ حدود اللہ پر قائم رہنا مشکل ہے تو وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ دوسری صورت

ہے کہ اگر بیوی کو یہ خوف ہو کہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکے گی تو وہ عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد سے رہائی حاصل کرلے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں خلع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "کہ عورت اپنا مہر یا اس کا کوئی حصہ چھوڑ دیتی ہے تو بدلے میں شوہر اس کو آزاد کر دے یہ خلع کہلاتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ نکاح کا حقیقی مقصد خوشحال ازدواجی زندگی گزارنا ہے اور ایسی زندگی تب ہی گزرتی ہے جب آپس میں محبت اور حالات سازگار ہوں۔ حقوق فرائض کی ادائیگی کا خیال بہتر طور طریقے سے رکھا جائے اور اگر ایسا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو مقصد نکاح فوت ہو جاتا ہے اور پھر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ دونوں فریقین کے لیے تبدیلی کا دروازہ کھول دیا جائے۔"(۸۴)

مولانا آزاد مزید تحریر کرتے ہیں کہ "اگر مقصود نکاح کے فوت ہو جانے پر بھی علیحدگی کا دروازہ نہ کھولا جائے تو یہ انسان کے آزادانہ حق انتخاب کے خلاف ایک ظالمانہ رکاوٹ ہوتی ہے اور ازدواجی زندگی کی سعادت سے سوسائٹی کو محروم کر دینا ہوتا ہے۔"(۸۵) زوجین کی علیحدگی ایک غیر معمولی واقعہ ہوتی ہے اللہ نے ان جذباتی فیصلوں پر بھی تقویٰ اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ تذکیر القرآن میں مولانا وحید الدین تحریر فرماتے ہیں "اگر تعلقات کے خاتمہ کی نوبت آجائے تو بھی وہ اس کو حقوق انسانیت کے خاتمہ کے ہم معنی نہ بنائے۔ اللہ کے قانون کی مکمل پابندی کرے اور روح قانون کی حکمت کو سامنے رکھے۔ علیحدگی سے پہلے اپنے ساتھی کو جو کچھ دیا تھا اس کو علیحدگی کے بعد واپس لینے کی کوشش نہ کرے۔"(۸۶) یعنی جس طرح دونوں فریقین زمانہ رفاقت میں اچھے طریقے سے وقت گزرا تھا اسی طرح جدائی یا علیحدگی کو بھی احسن طریقے سے گزاریں۔ تفسیر ضیا القرآن میں ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کی نسبت مرد کو زیادہ مدبر، دور اندیش اور جذبات پر قابو پانے والا بنایا ہے اور ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں بھی مرد پر ڈالی ہیں لہٰذا حق طلاق بھی مرد کو تفویض کیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ میں لفظ "تسریح باحسانِ" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ طلاق یا علیحدگی عورت کے ساتھ ایک حادثہ ہوتی ہے لہٰذا مرد کو چاہیے کہ اس کے ساتھ احسان کرتے ہوئے اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرے۔"(۸۷) خلع کی صورتوں میں خاوند سے شدید نفرت (جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حضرت ثابت بن قیس کا مشہور واقعہ جس میں ان کی دو بیویوں کی ان کی شکل ناپسند تھی اور انہوں نے خلع حاصل کیا تھا) (۸۸) ہو جائے اور حدود اللہ کی خلاف ورزی ہونے کا اندیشہ ہو تو عورت اگر خلع کا مطالبہ کرے حاکم وقت کے پاس جائے اور حاکم وقت صلح کی کوشش کروائے اگر کامیابی نہ ہو تو خاوند نے عورت کو مہر میں جو کچھ دیا ہو وہ عورت سے واپس خاوند کو ادا کروا کر دونوں میں تفریق کرا دے یہ خلع ہے۔ اور اسے طلاق بائن بھی کہا جاتا ہے۔(۸۹) اس ضمن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری فقہ حنفی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ: "اگر زیادتی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی سے خلع کے وقت کچھ لینا نامناسب ہے (تسریحٌ احسان) اور اگر زیادتی بیوی کی طرف سے ہے تو جتنا دیا

تھا اتنا ہی لے زیادہ لینا مکروہ ہے۔"(٩٠) مولانا مودودی کے نزدیک بھی خلع کا طریقہ بھی وہی بیان کیا ہے کہ عورت کچھ دے دلا کر آزادی حاصل کرے ان کے خیال میں فقہانے اس بات کو ناپسند کیا ہے۔ کہ جو مرد نے دیا ہو اس سے بڑھ کر واپس لیا جائے۔ اس میں ایک فقہی پہلو بھی مضمر ہے کہ: "عدت مخلوعہ تین حیض ہی ہو گی اور خلع کی صورت میں دی گئی طلاق، طلاق رجعی نہیں ہو گی بلکہ بائنہ ہو گی گویا عورت نے معاوضہ دے کر طلاق کو خریدا ہے اس لیے شوہر کو حق نہیں رہتا ہے کہ وہ رجوع کرے۔"(٩١) مولانا مودودی اپنی کتاب حقوق الزوجین میں خلع کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مرد ہو یا عورت اس کو طلاق یا خلع کا اختیار آخری حربہ کے طور پر اختیار کرنا چاہیے اور اس کو کھیل نہ بنایا جائے وہ مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ دیتے ہیں "ان االله لایحب الذواقین والذواقات"(٩٢) (اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھانے والیوں کو پسند نہیں کرتا۔)

"لعن االله كل ذواق مطلاق"(٩٣)

(ہر طالب لذت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔)

جس طرح اسلام مرد کو طلاق کا حق دیتا ہے اس طرح عورت کو بھی خلع کا حق دیتا ہے اگر مقاصد نکاح پورے نہ ہو رہے ہیں رشتہ ازدواج مرجعت بن جائے اور حقوق اللہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو خلع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ٩٤) البیان میں جاوید احمد غامدی تحریر فرماتے ہیں کہ "طلاق کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ نے مرد کو ہی دیا ہے کیونکہ عورت کی کفالت کی ذمہ داری ہمیشہ مرد پر ہی رہی ہے اس لیے کہ مرد کے اندر اس کی اہلیت ہے کیونکہ اللہ نے اس کو "قوام" قرار دیا ہے اس لیے حفظ مراتب کے لحاظ سے تقاضا بھی یہی بنتا ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہی دیا جائے۔"(٩٥) اور اگر شوہر طلاق دینے پر اس وجہ سے راضی نہیں کہ اس کا مال بھی عورت کے ساتھ جائے گا تو اس مال یا اس کے کچھ حصہ کو واپس کر کے بیوی شوہر سے طلاق لے سکتی ہے یعنی کے طلاق دے گی نہیں بلکہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی اگر شوہر راضی نہ ہو تو عورت عدالت سے رجوع کرے گی۔ جاوید احمد غامدی اپنی تفسیر تدبر قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں "کہ یہ تمہاری ازواجی زندگی سے متعلق خدا کی حد بندیاں ہیں جس طرح تم اپنے رقبوں اور چراگاہوں کے ارد گرد حد بندیاں کرتے ہو اور یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان حدود کو توڑے اور اگر کوئی ان حدود میں مداخلت کرتا ہے تو تم اس کو اپنی ملکیت میں مداخلت اور اپنی عزت و غیرت کے لیے ایک چیلنج سمجھتے ہو، اسی طرح خدا نے بھی اپنے محارم کے ارد گرد یہ حدیں قائم کر دی ہیں۔ تم ان سے باہر آزاد ہو لیکن ان کے اندر تمہیں مداخلت کی اجازت نہیں۔ اگر کسی نے ان حدود کو توڑنے یا لانگنے کی جسارت کی تو یاد رکھیں کہ وہی لوگ ظالم ہیں یعنی اس کے نتیجے میں جو کچھ اس دنیا میں یا آخرت میں ان کے سامنے آجائے گا اس کی ذمہ داری خود انہیں پر ہے، خدا پر نہیں ہے اور اس سے وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھائیں گے خدا کا کچھ نہیں بگاڑیں گے، خدا کے تمام تر

قوانین فطرت انسانی کے تقاضوں اور بندوں کے اپنے مصالح پر مبنی ہیں اسی وجہ سے جو لوگ ان کو توڑتے ہیں۔ وہ اپنی ہی فطرت اور اپنے ہی مصالح کی دھجیاں خود اپنے ہی ہاتھوں سے بکھیرتے ہیں۔“(۹۶) مولانا غامدی اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طلاق کا حق عورت کو نہیں دیا گیا ہے۔ وہ اپنا خیال اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ ریاستی سطح پر ایک قانون بنا دینا چاہیے کہ مطالبہ طلاق کے بعد اگر شوہر نوے دن کے اندر طلاق نہیں دیتا تو نکاح آپ سے آپ مسخ ہو جائے گا اور اگر مال واملاک کے متعلق کوئی مسئلہ ہے تو فریقین عدالت سے رجوع کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت جو نکاح نامہ رائج ہے۔ اس میں حق طلاق کی تفویض کا کالم ختم کر کے درج ذیل عبارت نکاح نامہ کی ابتدا میں درج کر دی جائے ”یہ نکاح اس شرط کے ساتھ منعقد ہوا ہے کہ بیوی اگر تحریری طور پر کبھی طلاق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر نوے دن کے اندر اسے طلاق دینے کا پابند ہو گا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی طرف سے بیوی پر آپ سے آپ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس طلاق کے بعد شوہر کے لیے رجوع کا حق نہیں ہو گا اور بیوی پابند ہو گی کہ مہر اور نان نفقہ کے علاوہ اگر کوئی مال املاک شوہر نے اسے دے رکھے ہیں اور طلاق کے موقع پر وہ انہیں واپس لینا چاہتا ہے تو فصل نزاع کے لیے عدالت سے رجوع کرے یا اس کا مال اُسے واپس کرے۔“۹۷) شوہر کو نوے دن کی مہلت مل جائے گی جس میں وہ عورت کو رضا مند کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور دوسری صورت میں طلاق بھی شوہر کی طرف سے ہو گی اور تمام حکم مصالح محفوظ رہیں گے۔ مفسرین کرام کے مباحث سے حاصل کلام یہ ہے کہ خلع اگر عورت کا حق ہے مگر یہ محض عورت کے ارادے یا مرضی سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ کچھ صورتیں ہوتی ہیں: پہلی صورت یہ کہ عورت کے مطالبے پر مرد اُسے فوری خلع، طلاق دے دے اور اس سے کچھ طلب نہ کرے۔ دوسری صورت میں عورت کے مطالبہ پر مرد اپنے لیے بسائے گھر کے اجڑنے کا معاوضہ طلب کرے اور عورت اس پر راضی ہو جائے اور یہ معاوضہ عورت کے دیے جانے والے مہر سے زیادہ نا ہو۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی تفسیر میں علما کرام کا حوالہ دیتے ہوئے زائد معاوضے کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۹۸) تیسری صورت یہ ہو کہ مرد عورت کے مطالبہ پر رضامندی سے اسے آزاد کرے اور جو مہر عورت کو دے چکا ہو اور واپسی مہر کا مطالبہ کرے اور عورت راضی ہو تو خلع ممکن ہو گا۔ مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں تفریق مرد اور عورت (زوجین) کی رضامندی پر منحصر ہے۔ اگر ان میں سے کسی بھی صورت پر عورت کی علیحدگی ممکن نہ ہو تو وہ یہ حق رکھتی ہے کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور عدالتی کاروائی کے ذریعے تفریق کا مطالبہ کرے عدالتی کاروائی کی صورت میں قاضی کے یہ ذمے ہے کہ غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے شوہر اور بیوی کا الگ الگ موقف سنے اور صلح کی ہر طرح سے کوشش کرے اور خاص طور پر عورت کا موقف سنے اور اس کے موقف کے مطابق فیصلہ دے اگر

عورت کا موقف درست ہے اور اسے حدود اللہ کی خلاف ورزی کا اندیشہ ہے تو قاضی خلع کا حکم جاری کر دے۔ مفسرین کے نزدیک خلع ایک طلاق بائن کے برابر ہے جس میں مرد کو رجوع کا اختیار نہیں رہتا کیونکہ خلع عورت کی مرضی سے ہوتا ہے تو رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ عورت اگر دوبارہ اس شخص سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ یہ طلاق مغلظہ نہیں ہے جس کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کے لیے تحلیل شرط ہو۔(۹۹) عورت اگر اپنے شوہر کے ظلم کی وجہ سے خلع کا مطالبہ کرے تو شوہر کے لیے مال کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے۔ اگر قاضی دیکھے کہ عورت کا جواز خلع غیر معقول ہے اور وہ بضد ہے تو قاضی سزا کے طور پر اس کو مہر سے زیادہ دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔(۱۰۰) خلع کے بارے میں تجاویز جاوید احمد غامدی کی ہیں کہ نکاح نامہ میں خلع، طلاق کے بارے میں مطالبے پر نوے دن کے اندر اندر شوہر طلاق دینے کا مجاز ہو گا۔ اگر طلاق نہیں دیتا تو نکاح نوے دن کے اندر آپ ہی آپ منسخ ہو جائے گا۔

حق نفقہ

مرد وار عورت کے رشتہ ازواج میں منسلک ہونے کے بعد بہت سے نئے رشتے وجود میں آتے ہیں۔ جن میں سب سے اہم اولاد کی پیدائش ہونے کے بعد والدین کا منصب ملنا ہے۔ اس منصب کے بعد ایک خاندان کی بنیاد بن جاتی ہے۔ خاندانی سطح پر خدمات کا تبادلہ بغیر کسی لالچ کے سرانجام دیا جاتا ہے جو کہ سراسر اخلاص پر منحصر ہوتا ہے۔ ظاہری طور پر اگر دیکھا جائے تو میاں بیوی کا رشتہ اختیاری معاہدہ کے تحت معرض وجود میں آتا ہے مگر حقیقت میں ہی رشتہ ایک خاندانی نظام کی بنیادی اینٹ ہوتا ہے۔ ایک کنبے کا سربراہ اپنے اہل وعیال اور ضرورت مند افراد (اہل قرابت) کی بنیادی ضروریات کا ذمہ دار ہوتا ہے جسے اسلامی اصطلاح میں نفقہ کہا جاتا ہے۔ لغوی اصطلاح میں نفقہ کا مفہوم مٹ جانا، فنا ہو جانا لیا جاتا ہے۔(۱۰۱) قرآن کریم میں نفقہ کا لفظ یوں آتا ہے:

”وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ“(۱۰۲)

(ہم نے جو تمہیں زق دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

”اعطمها اجراً الذی انفقته علی اهلک“(۱۰۳)

(سب سے بڑا ثواب اس میں ہے جو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو۔)

محمد بن حسن منانی مالکی نفقہ کی تعریف میں اس طرح رقم طراز ہیں:

”النفقه مابه قوام معتاد مال الأدمی دون سرف“(۱۰۴)

(ایک انسان عمومی عادت کے مطابق اور فضول خرچی کے بغیر ان چیزوں کا خرچہ اٹھائے جن پر انسانی زندگی کا انحصار ہو۔)

نفقہ میں اپنے اہل عیال اور ضرورت مند اہل قرابت کی پیدائش سے لے کر وفات تک کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہوتی ہیں۔ نفقہ کی مقدار ہمیشہ یکساں نہیں رہتی بلکہ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ اس میں تغیر آتا رہتا ہے جبکہ زکوٰۃ، عشر، خمس اور دیگر ادائیگیاں اپنے مال کی ایک خاص شرح سے ادا کی جاتی ہیں۔

نفقہ زوجہ

بیوی کے نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر اس وقت ہی شروع ہو جاتی ہے جب وہ نکاح کے بعد رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے اور یہ ذمہ داری جدائی یا وفات کے وقت (دونوں میں سے کسی ایک کی) جاری رہتی ہے۔ یہاں تک کہ بیوی اگر مالدار بھی ہو تو تب بھی یہ ذمہ داری قائم رہتی ہے۔ نکاح کے ساتھ ہی مرد اور عورت کا رشتہ شوہر اور بیوی کے رشتے میں بدل جاتا ہے اور ایک کے حقوق دوسرے کے فرائض بن جاتے ہیں۔ شوہر کے ذمہ مالی معاملات ہوتے ہیں اور بیوی اندرون خانہ ذمہ داری سنبھالتی ہے۔ مرد کسب معاش سے اپنی بیوی کا نفقہ ادا کرتا ہے اور یہ نفقہ بیوی کا وہ حق ہے جو مرد کی طرف فرض ہوتا ہے۔ اس کو معروف فقیہ مصطفیٰ احمد زرقاؒ لکھتے ہیں:

"والزواج علاوة على مايثبت به من حل الاستمتاع بين الزوجين، ينشئ حقوقا ووجائب متقابلة بينها من مالية وأسرية، منها نفقه الزوجة"(١٠٥)

(نکاح اور شادی کے ذریعے زوجین کے درمیان منافع کی حلت کے علاوہ ایسے حقوق و فرائض قائم ہوتے ہیں جو دونوں کے مابین ایک دوسرے کے بدلے میں وہ حقوق و فرائض مال اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نفقہ انہیں میں سے ایک ہے۔)

قرآن مجید میں نفقہ کو خاوند پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"وَعَلَي الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"(١٠٦)

(عرف کے مطابق بیوی کا نفقہ اور لباس بچوں کے باپ پر واجب ہے۔)

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا"(١٠٧)

(مالی وسعت رکھنے والے شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کا خرچہ دے اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔)

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں بیوی کے حق نفقہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ البتہ بوقت ناداری، بیماری کی صورت میں اس حکم سے خارج ہے تاہم بیوی کے بنیادی حق ہی سے نفقہ ایک حق ہے۔ نفقہ کی مقدار کے بارے میں فقہا کی مختلف آرا ہے جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ کی سابقہ نفقہ کے بارے میں رائے ہے کہ قاضی کے فیصلے اور زوجین کے نفقہ تعین کے بغیر شوہر پر واجب نہیں حافظ ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں ''وھذا لقول ھوا الصحیح المختار اندی لا تقتضی الشریعة غیر ''(١٠٨)(یہی قول پسندیدہ اور صحیح ہے اور شریعت کا تقاضا اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔) قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ"(١٠٩)

(مرد عورتوں کے نگران ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس لیے مرد اپنے اموال ان پر خرچ کرتے ہیں۔)

عائلی قوانین کی بنیاد میں مرد کو عورت کے سربراہ کی حیثیت دی گئی ہے۔ مرد کو قوام کہا گیا ہے جس کے معنی نگران اور محافظ کے ہیں۔ ایک شوہر اپنی بیوی کی جملہ ضروریات برداشت کرے اور زندگی کے ہر پہلو میں اسے مکمل تحفظ دے تاکہ خاندانی نظام کو بقا اور استحکام حاصل ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كُلكم راعٍ وكلكم مَسئولٌ عن رعيته الامام راع ومسئول عن رعية والرجل راعٍ فى اهلهِ وهُوَ مَسْولٌ عن رعية والمراة راعية فى بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها"(١١٠)

(تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور وہ اپنی نگرانی کے بارے میں جوابدہ ہو گا، بس حکمران اپنی رعایا کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا، اس طرح مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اور وہ بھی اس سلسلے میں جوابدہ ہو گا اور بیوی بھی اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

اس حدیث مبارکہ میں یہ بات اظہر من الشمس کہ مرد نہ صرف گھریلو نظام کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے بلکہ اگر وہ اپنی اس ذمہ داری میں کسی کوتاہی کا مرتکب ہو گا اور بیوی شکایت کرے تو قاضی وقت کو سزا دینے کا حق ہو گا اور آخرت میں بھی اس کی اس کوتاہی پر سرزنش ہو گی اور وہ گناہ کی مرتکب قرار دیا جائے گا جیسے کے حدیث مبارکہ ہے"كفى بالمرءِ اثماً اَن ياحبِسَ ، عمن يملك قوتهُ"(١١١)

(ایک شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کا نفقہ ادا نہ کرے۔)یعنی کے نفقہ ایک امانت کے طور پر مرد کے کندھوں پر ڈالا گیا تاکہ وہ اپنے احساس ذمہ داری کا ثبوت دے اور اپنے اہل عیال کو

پر سکون ماحول دے جس سے اس کی آنے والی نسلیں نیک اور صالح ہوں۔ بصورت دیگر نفقہ بیوی کا حق ہے اور اس کی ادائیگی مرد کا فرض ہے۔ اسی طرح بیویوں کی ذمہ داری کی مناسبت سے بھی رب کائنات فرماتا ہے:

”فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَہُنَّ فَعِظُوْہُنَّ وَاہْجُرُوْہُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْہُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْہِنَّ سَبِیْلًا“(۱۱۲)

(نیک بیویاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہیں اور شوہر کی عدم موجودگی میں اللہ کے محفوظ کردہ امور کی حفاظت کرنے والی ہوں اور جن عورتوں کی سرتابی کا تمہیں اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، ان سے اپنی آرام گاہیں الگ کر لو اور انہیں ضرب لگاؤ، جب وہ دوبارہ تمہاری فرمانبرداری اختیار کر لیں تو تمہیں ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کی اجازت نہیں۔)

اس آیت مبارکہ میں انسان کی ازدواجی زندگی کے احکامات کو اجمالی اور اصولی انداز میں بیان فرمادیا گیا ہے۔ بیوی کو شوہر کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے اور شوہر کو اصلاحی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نافرمانی کی صورت میں سرزنش کا حق رکھتا ہے۔ گھریلو امور میں میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی تکمیل میں یک جہتی کا مظاہر کریں تا کہ پُرسکون گھریلو ماحول آنے والی نسل صالح انداز میں پروان چڑھے۔ فقہا کرام نے بیوی کا نان نفقہ اور قواعد منضبط کر کے بیان کر دیے ہیں۔ اسلامی قانون نفقہ، اسلامی معاشرے کا مرکزی ستون ہے۔ اس کی بنیادی فطری تعلقات اور رشتوں پر رکھی گئی ہے نہ کہ غرض اور منفعت کی بنا پر۔

نتائج بحث:

۱۔ قبل از اسلام کے معاشروں میں خواتین اپنے حقوق سے محروم زندگی بسر کرتی تھیں۔ مگر اسلام نے اسے عزت و تکریم اور مساوات کا درجہ دیا۔

۲۔ بنیادی انسانی حقوق فطرت کا تقاضا ہیں اور دین اسلام نے ان کو متعین کر دیا ہے۔ چنانچہ مرد ہو یا عورت اسے اپنے لیے حقوق متعین کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ یہ قابل بحث ہے کہ کس معاشرے میں اس سلسلے میں کون سے خود ساختہ رجحانات پیدا ہو چکے ہیں۔

۳۔ قرآنی تعلیمات میں عورت کے مقام کو واضح کر دیا گیا ہے اور اردو تفسیری ادب میں خواتین کے حقوق کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس اردو دان طبقہ کے لیے تفہیم آسان تر ہوتی ہے۔

۴۔ مسلمان ممالک میں حقوق نسواں کے حوالے سے جو اصلاحات رائج ہیں۔ وہ اسلامی قوانین سے مطابقت نہیں رکھتی اگر کہیں مطابقت ہے وہاں جاہلی رسوم ورواج کی اجارہ داری قائم ہے۔

۵۔ میڈیا فی زمانہ ایک طاقتور کردار ہے۔ عورت کی آزادی اور جدیدیت کے نام پر اس کے کردار کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ معاشرے میں عورت کو اگرچہ تعلیمی، سیاسی، معاشی حقوق حاصل ہیں۔ مگر پھر بھی بہت سے ایسے شعبہ جات

ہیں جہاں خواتین عدم تحفظ کا شکار ہوتی ہیں۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں قانون سازی کا نظام اور عدل کی غیر منصفانہ تقسیم ان کے مسائل میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ التوبۃ:۲۸

۲۔ لاہوری، غلام سرور، جامع اللغات، لکھنؤ: منشی نول کشور، ۱۹۰۸ء، مادہ(ع۔ی۔ل)

۳۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۸ء، ۱۲؍۷۱۶

۴۔ علوی، خالد، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور: الفیصل ناشران، 2005ء، ص۱۲۶

۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص۱۷۸

۶۔ الذاریات:۴۹

۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، ص۱۷۶

۸۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانون بین الممالک، بین الاقوامی شریعہ اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء، ص۴۴

۹۔ مسلم بن حجج، امام، الجامع الصحیح مسلم، کتاب البر اصلۃ لادب، باب تحریم الکذب، ریاض: دارالسلام، رقم الحدیث:۲۰۵

۱۰۔ سعدی، ابوحبیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً، کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، س ن، ص۳۶۰

۱۱۔ اصفہانی، راغب، مولانا، مفردات القرآن فی غریب القرآن، الناشر دارالقلم، الدرالشامیۃ، ۲۰۰۹ء، ص۱۱۹

۱۲۔ النساء:۲۴

۱۳۔ لی بان، گستاؤلی، ڈاکٹر، تمدن عرب، (مترجم: سید علی بلگرامی)، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۱۳ء، ص۲۳۷

۱۴۔ الشوریٰ:۱۱۔ ۱۵۔ الذاریات:۴۹۔ ۱۶۔ یٰسٓ:۳۶۔ ۱۷۔ البقرہ:۱۸۷

۱۸۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۳ء، ۱؍۳۱۰

۱۹۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۰۳ھ، ۱؍۱۲۸

۲۰۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ۱؍۱۴۵

۲۱۔ خان، وحید الدین، مولانا، خاتون اسلام، نئی دہلی: مکتبہ الرسالہ، ۲۰۰۲ء، ص۲۲

۲۲۔ غامدی، جاوید احمد، البیان، لاہور: المورد، ۲۰۱۷ء، ۱؍۱۹۷

۲۳۔ البقرہ:۲۳۴۔ ۲۴۔ البقرہ:۲۳۲

۲۵۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، ص۳۲۶

۲۶۔ ایضاً، ص۳۲۶

۲۷۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱؍۱۶۲۔۱۶۵

۲۸۔ ایضاً، ۱؍۱۷۹۔۱۸۰۔ ۲۹۔ ایضاً، ص۱۷۸

۳۰۔ خان، وحید الدین، تذکیر القرآن، نئی دہلی: مکتبہ الرسالہ، ۱۹۸۷ء، ص۹۹

۳۱۔ غامدی، جاوید احمد، البیان، لاہور: المورود، اپریل 2007ء، ۱؍۲۴۹

۳۲۔ ایضاً، ۱؍۲۵۲۔ ۳۳۔ ایضاً، ۱؍۲۵۳

۳۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری کتاب النکاح، ریاض: دارالسلام، رقم الحدیث: ۵۱۳۶

۳۵۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داؤد، ریاض: دارالسلام، رقم الحدث: ۱۸۴۳

۳۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ریاض: دارالسلام، رقم الحدیث: ۱۸۶۵

۳۷۔ التحریم: ۵

۳۸۔ بلیلاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۹ء، مادہ: م ہ ر

۳۹۔ لوئس معلوف، المنجد، بیروت: المکتبہ الشریعۃ، س ن، ص۷۷۷

۴۰۔ ابن الاثیر، مجد الدین مبارک الجزری، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، بیروت: مکتبہ العلمیہ، ۱۳۹۹ھ، ۳؍۱۸

۴۱۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المغنی، بیروت لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ، ص۲۷۹

۴۲۔ خواجہ، عبد الحمید، جامع اللغات، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، ۲؍۱۹۱۰

۴۳۔ الحصکفی، علاؤالدین، الدرالمختار، علی معامش ردالمختار، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، طبع ثانی، ۱۴۰۴ھ، ۲؍۳۵۷

۴۴۔ النساء: ۴۔ ۴۵۔ النساء: ۲۴۔ ۴۶۔ النساء: ۴۔ ۴۷۔ النساء: ۲۵

۔۴۸۔ النساء: ۲۵ ۔۴۹۔ النساء: ۳۳

۵۰۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، لاہور: اہل حدیث اکادمی، ۲؍۳۷

۵۱۔ الدار قطنی، علی بن عمر، سنن دار قطنی، قاہرہ مصر: دارالمعرفہ، ۲۰۰۱ء، ۳؍۲۴۴

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ الجصاص، ابو احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲؍۱۳۳

۵۴۔ ابن الاثیر، محمد الجزری، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۳؍۱۸

۵۵۔ النساء: ۴۔ ۵۶۔ النساء: ۲۵۔ ۵۷۔ البقرۃ: ۲۳۷۔ ۵۸۔ الاحزاب: ۵۔ ۵۹۔ القصص: ۲۷۔۲۸

۶۰۔ حرعاعلی، شیخ، وسائل الشیعہ، قم، منشورات ذوی القربی، ۱۵۲۸ھ، ۴؍۲۰۴

۶۱۔ الاحزاب: ۵۰

۶۲۔ کاسانی، علامہ ابو بکر علاؤ الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری،
س ن، ۲؍۲۴۷

۶۳۔ زرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح المواہب اللدنیہ، بیروت لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء، ۳؍۲۲۱

۶۴۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، کتاب النکاح باب صداق النبی لاازواجہ، رقم الحدیث: ۱۴۲۶

۶۵۔ ایضاً

۶۶۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۳؍۲۲۷

۶۷۔ ایضاً، ۳؍۲۴۱

۶۸۔ کاظم، ذوالفقار، ڈاکٹر، ازواج مطہرات و صحابیات انسائیکلوپیڈیا، لاہور: فرید بک ڈپو، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸۴

۶۹۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ، الطبقات الکبریٰ، بیروت لبنان، ۱۹۷۸ء، ۸؍۱۱۰

۷۰۔ ایضاً، ۸؍۱۱۷۔۱۱۸

۷۱۔ ایضاً، ۸؍۱۲۰

۷۲۔ ایضاً، ۸؍۱۳۲

۷۳۔ سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: ۲۸۷۱

۷۴۔ وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دارالفکر، الجزالناسع، ۱۹۷۹ء، ۸؍۲۸۶۰

۷۵۔ ضیاء القرآن، ۱؍۳۱۹

۷۶۔ خاتون اسلام، ص ۲۴۳

۷۷۔ ایضاً، ص ۲۴۴۔۲۴۵

۷۸۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری فی شرح الصحیح بخاری، ۹؍۲۶۳

۷۹۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلی، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۱۵ء، ۹؍۴۹۴

۸۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ص ۹۵۔۹۶

۸۱۔ سعدی، ابو حبیب، القاموس الفقہی لغۃ واصلاحاً، کراچی: ادارۃ القرآن واسلامیہ، ص ۱۲۰

۸۲۔ الحصکفی، علاؤالدین، الدرمختار علی ھامش ردالمختار، کوئٹہ: مکتبہ رشیدید، طبع ثانی، ۱۴۰۴ھ، ۲؍۲۰۴

۸۳۔ البقرہ: ۲۲۹

۸۴۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، ۱؍۳۲۳

۸۵۔ ایضاً، ۱؍۳۲۴

۸۶۔ خان، وحید الدین، تذکیر القرآن، ۱؍۹۸

۸۷۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱؍۲۴۶

۸۸۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب خلع، رقم الحدیث: ۴۹۷۱

۸۹۔ الازہری، مولانا، ضیاء القرآن، ۱؍۱۵۸
۹۰۔ ایضاً، ۱؍۱۷۵
۹۱۔ ایضاً، ۱؍۱۵۸
۹۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی، حقوق الزوجین، ص۴۹
۹۳۔ ایضاً، ص۴۹
۹۴۔ ایضاً، ص۵۱
۹۵۔ غامدی، جاوید احمد، البیان، ۱؍۲۴۴
۹۶۔ ایضاً، ۱؍۲۴۶
۹۷۔ غامدی، جاوید احمد، ماہنامہ اشراق، دسمبر ۲۰۰۸ء
۹۸۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱؍۱۵۷
۹۹۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ص۵۸
۱۰۰۔ ایضاً، ص۵۸
۱۰۱۔ زبیدی، مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۴ء، ۱۳؍۴۶۳
۱۰۲۔ المنافقون: ۱۰
۱۰۳۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، سنۃ المنعم فی شرح صحیح مسلم، ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، ۲؍۹۵
۱۰۴۔ نبانی، محمد حسین، فتح الربانی والفیض الرحمانی، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء، ۴؍۷۳۴
۱۰۵۔ زرقا، المصطفیٰ احمد، المدخل الفقہی العام، مطابع الف باالادیب، دمشق، ۱۹۶۸ء، ۲؍۵۶۴
۱۰۶۔ البقرہ: ۲۳۳
۱۰۷۔ الطلاق: ۷
۱۰۸۔ ابن قیم، ابوعبداللہ، زاد المعلانی ہدی خیر العباد، کویت: مکتبہ المنار اسلامیہ، ۱۹۸۶ء، ۵؍۳۷۹
۱۰۹۔ النساء: ۳۴
۱۱۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۴۰۹
۱۱۱۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، سنۃ المنعم فی شرح مسلم، ۲؍۹۵
۱۱۲۔ النساء: ۳۴